www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فکر و نظر

مالاکنڈ میں نفاذِ شریعت کی حقیقت

گذشتہ دنوں مالاکنڈ ڈویژن (سوات، دیر، چترال) کوہستان (ہزارہ) وغیرہ صوبہ سرحد کے بعض ریاستی علاقوں میں نفاذِ شریعت کی تحریک کا ایک غلغلہ اٹھا تو اسے قومی اور بینُ الاقوامی میڈیا نے نمایاں حیثیت دی بالآخر گورنر اور حکومتِ سرحد نے ایک نوٹیفکیشن مجریہ یکم دسمبر ۱۹۹۴ء کے ذریعے "نفاذِ شریعت ریگولیشن" کا اعلان کرکے وقتی طور پر اس تحریک کا خاتمہ کردیا ہے۔ ہم اپنے ادارتی کالموں میں ادارہ محدّث کے فاضل رُکن ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل کا اس پر ایک جائزہ شائع کر رہے ہیں جس کی تمہید میں چند گذارشات بطورِ یاددہانی ہدیہ قارئین ہیں:

پیپلزپارٹی کے پہلے دور حکومت غالباً ۱۹۷۵ء میں جاری پاٹا ریگولیشنز (Provincially Administered Tribal Areas Regulations) جیسے ظالمانہ نظام کے خلاف بنیادی انسانی حقوق کے منافی قرار دلوانے کی آئینی جنگ وہاں کے وکلاء نے پہلے سرحد ہائی کورٹ میں جناب آفتاب شیرپاؤ مرحوم کے دور میں جیتی پھر اس فیصلہ کے خلاف (پیپلزپارٹی کی حکومت کی طرف سے) سپریم کورٹ آف پاکستان میں اپیل دائر ہوجانے پر بالآخر ۱۲ فروری ۱۹۹۴ء کو "پاٹا" کے غیر آئینی ہونے کی عدالتِ عظمیٰ سے توثیق حاصل کی۔ لیکن واضح رہے کہ "پاٹا" کے ظالمانہ ہونے پر مالاکنڈ کے عوام مع علمائے دین اور اینگلو سیکسن لاز کے پروردہ اصحاب کے اتفاق کے باوجود دونوں کا مثبت مطالبہ ایک نہیں تھا۔ علمائے دین جس کے ہم آواز وہاں کی تحریک میں حصہ لینے والے عوام بھی ہیں، اس ظلم کے ختم ہوجانے پر "شریعتِ محمدیہ" کی عملداری کی اُمید لگائے بیٹھے تھے اور اس چین و سکون کی آس میں قربانیاں دینے پر آمادہ ہیں جبکہ وکلاء کا ایک طبقہ جذباتی مسلمان ہونے کے باوجود شریعت کی عالمگیریت اور سادگی کے فہم سے قاصر مروجہ قانون کے گورکھ دھندوں کا عادی ہوچکا ہے لہٰذا شریعت کے بارے میں کوئی ٹھوس موقف اختیار

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ لہٰذا مطالبوں کی تعمیل پر مشترکہ دباؤ بھی تیار نہ ہو سکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری بیورو کریسی نے جو ہاتھی کے دانت دکھانے کی ماہر ہے، عوام کی آواز کو اس طرح خاموش کرانے کی سازش کی ہے کہ پاکستان میں نافذ شریعت کی نام نہاد برکات مالاکنڈ ڈویژن میں منتقل کر کے حکومت نے گویا تحریک سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا ہے یعنی مالاکنڈ ڈویژن وغیرہ میں بھی نفاذ شریعت ریگولیشن کے تحت بیورو کریسی کے ترتیب شدہ ان بائیس (۲۲) اسلامی قوانین کا دائرہ کار بڑھا دیا گیا ہے جن میں ۱۴ ضیاء الحق کے دور میں اور ۶ نواز شریف دور میں تشکیل پائے تھے۔ ان قوانین کی خدائی برکات سے پاکستان تو امن و آشتی کا جس طرح گہوارہ بنا ہوا ہے اس کا شعور تو دانشوروں کے علاوہ عام آدمی بھی رکھتا ہے تاہم بیورو کریسی کے اصل گورکھ دھندوں کی معرفت تک رسائی بہت کم لوگوں کو ہے۔ اس سازش کا افسوسناک پہلو یہ ہے کہ مالاکنڈ کے عوام کو چپ کرانے کے ساتھ ساتھ اسلام پسندوں کو بھی جو تا دکھایا گیا ہے کہ یہ ہے وہ اسلام جس کی وجہ سے تم ضیاء الحق اور نواز شریف کو ہم پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ ظاہر ہے کہ دینی حلقے نواز شریف سے بھی صرف اسی لئے نالاں ہیں کہ وہ بھی اللہ کے دین کے بجائے امریکہ کی خوشنودی کا زیادہ خیال رکھتا رہا۔ یہ الگ مسئلہ ہے کہ امریکی اَن داتا اس کی خود کفالت کی پالیسی کے جرم کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ بہرصورت سطورِ ذیل میں پاکستان کی سنتالیس (۴۷) سالہ تاریخ سے چند اسلامی اعلانات کے روشن نام کے بالمقابل انہی قوانین کے ان تاریک پہلوؤں کی ایک ہلکی سی جھلک دکھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ درحقیقت ان قوانین کا یہ داخلی پہلو جو اس بیورو کریسی کے ہاتھ کی صفائی کا مرہونِ منت ہے جو ہر اسلامی قدم کو بھی اسلام کے خلاف ایک رکاوٹ بنا دینے کی ماہر ہے مگر اسلام پسندوں کی مشکل یہ ہے کہ اگر وہ اسلام کے نام پر جاری کردہ قوانین کی بھی مخالفت کریں تو گویا وہ الفاظ و تعبیر کے گنجلک مسائل میں ہی اُلجھ کر رہ جائیں جن سے عوام کے پریشر کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مالاکنڈ میں بھی بھٹو دور میں عوامی تحریک کا جواب پاٹا ریگولیشن سے دیا گیا تھا اور اب "پاٹا" کے خاتمہ کی تحریک کا جواب پاکستان کے نام نہاد شرعی قوانین سے دیا جا رہا ہے حالانکہ قبائلی علاقہ (ٹرائبل ایریا) کو جو تحفظات حاصل تھے۔ جس کی بنا پر وہ سرمایہ دارانہ نظام کی بعض قباحتوں سے بھی بچے ہوئے تھے، اسی طرح پاکستان کا بدنامِ زمانہ مسلم عائلی قانون ۱۹۶۱ء بھی وہاں نافذ نہ تھا۔ اب ان سے نفاذِ شریعت کے وعدہ کی تکمیل کے طور پر انہیں مسلم عائلی قوانین کا تحفہ بھی دے دیا گیا ہے۔ پھر کہا جائے گا کہ ہمارے وعدوں کی تکمیل کے باوجود "شرپسند" عوام کو بغاوت پر اُکساتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے۔ ——————— (ادارہ)

پاکستان میں نفاذِ شریعت کی تاریخ نئے باب میں داخل ہو چکی ہے۔ سرحد حکومت کے ایک

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

نوٹیفکیشن کے مطابق ملک میں نافذ چند ایک شرعی قوانین کا اطلاق اب مالاکنڈ ڈویژن پر بھی ہو گا۔ وہاں مقرر کردہ جج حضرات "تحصیل قاضی" کہلائیں جن کی سربراہی "ضلع قاضی" کریں گے۔ اس طرح مسلم عائلی قوانین، قانونِ شہادت، قصاص ودیت، زکوۃ وعشر اور حدود آرڈیننسز کے علاوہ نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء کا دائرہ وسیع ہو گیا ہے حالانکہ اس موضوع پر ایک کھلی بحث جاری ہے۔ شریعت کورٹ ان قوانین کا جائزہ لے کر متعدد دفعات کو خلافِ اسلام قرار دے چکی ہے جبکہ کچھ دفعات کا تعین ابھی باقی ہے۔ قاضی عدالتوں میں ان قوانین کے مطابق فیصلے ہونے پر مزید کئی گوشے بے نقاب ہوں گے اور ان کا حسن وقبح واضح ہو کر سامنے آجائے گا۔

قیامِ پاکستان کے بعد سب سے پہلے عائلی قوانین کے شعبہ پر طبع آزمائی ہوئی۔ ۱۹۵۶ء میں "شادی اور عائلی قوانین" کے نام سے جو سرکاری کمیشن قائم کیا گیا، اس میں زیادہ تعداد سیکولر حضرات کی تھی۔ کمیشن کا قیام مغرب زدہ خواتین کی دلجوئی کے لئے کیا گیا تھا جس کے ارکان میں چیئرمین کے علاوہ تین مرد حضرات اور تین بیگمات تھیں۔ ان تین مردوں میں علماء کی نمائندگی مولانا احتشام الحق تھانوی کر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے اختلافی نوٹ میں تحریر کیا:

> "حیرت ہے کہ ہزاروں لاکھوں مظلوم خواتین کی مشکلات پر تو کسی قسم کا جذبۂ رحم آج تک پیدا نہیں ہوا اور دوسری بیوی کے مسئلہ پر فوراً کمیشن وجود میں آگیا"۔

"کمیشن کی بے راہی" بیان کرتے ہوئے انہوں نے آیتِ قرآنی کے ترجمہ وتفسیر کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے کی مذمت کی۔ اور عورتوں کی طرف سے مطالبۂ طلاق (خلع) کے بارے میں انہوں نے لکھا:

> "قانونِ انفساخِ نکاحِ مسلمین ۱۹۳۹ء جو مسلمانوں کو برطانوی دورِ حکومت میں پرسنل لاء کے طور پر دیا گیا تھا، وہ قطعی طور پر ناقابلِ اصلاح ہے۔ مسلمان ممبران کی دین سے ناواقفیت اور ہندوؤں کی مداخلت کی وجہ سے اس ایکٹ کی دفعات میں اسلامی حیثیت سے تشنگی بھی ہے اور قطع وبرید بھی، جس کی وجہ سے وہ ناقابلِ عمل ہے۔ مثال کے طور پر انفساخِ نکاح کی بعض صورتیں قانونی طور پر جائز قرار دی گئی ہیں، جو شریعتِ اسلامیہ کی رُو سے جائز نہیں ہیں۔ گویا ایک عورت اس ایکٹ کی رو سے بذریعہ عدالت شوہر کے نکاح سے الگ ہو گئی اور اس نے دوسرے مرد سے نکاح بھی کر لیا، حالانکہ وہ پہلے شوہر کے نکاح سے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

الگ نہیں ہوئی۔ اس کا دوسرا نکاح بھی شرعاً جائز نہ ہوگا"۔

آخر میں شریعت کو کامل طور پر نافذ کرنے کی سفارش کرتے ہوئے انہوں نے لکھا:

"اسلامی نظامِ معاشرت ایک مکمل نظام ہے۔ اس کو قبول کرنا ہوگا تو بھی تمام و کمال، اور رد کرنا ہے تو بھی مکمل طور پر ﴿ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ﴾ پر عمل کرتے ہوئے اس نظام کے کچھ اجزا لے لینا اور کچھ اجزاء چھوڑ دینا کسی طرح ممکن نہیں۔ کمیشن کی یہ رپورٹ اس قسم کی ایک نازیبا کوشش ہے اس لئے شرعاً، عقلاً ہر لحاظ سے کلّی طور پر مسترد کر دینے کے قابل"۔

مولانا کی مخلصانہ اختلافی رائے سے متاثر ہوئے بغیر اربابِ اختیار نے مسلم عائلی قوانین کے نام سے ایک آرڈیننس ۱۹۶۱ء میں نافذ کر دیا۔ اس سے قبل عدالتیں اس اصول کے مطابق فیصلے کرتی آئی تھیں کہ عورت شوہر کی مرضی کے بغیر خلع نہیں کرا سکتی۔

جسٹس اے۔ آر۔ کارنیلیس، جسٹس محمد خاں اور جسٹس خورشید زمان نے سعیدہ خانم بنام محمد سمیع (پی ایل ڈی۔ لاہور ۱۹۵۲ء) میں یہی موقف اختیار کیا کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع نہیں ہو سکتا اور محض اختلافِ مزاج، ناپسندیدگی اور نفرت کی بنا پر عدالت نکاح کو فسخ نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کے بعد ۱۹۵۹ میں لاہور ہائی کورٹ اور ۱۹۶۷ء میں سپریم کورٹ نے ایسے مقدمات میں سرکاری موقف اختیار کر لیا۔ اس پر تنقید کرتے ہوئے جسٹس محمد تقی عثمانی نے لکھا:

"ہماری تحقیق کی حد تک امتِ اسلامیہ کے تقریباً تمام فقہاء، مجتہدین اس بات پر متفق ہیں اور قرآن و سنت کے دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ خلع فریقین کی باہمی رضامندی کا معاملہ ہے۔ اور کوئی فریق دوسرے کو اس پر مجبور نہیں کر سکتا"۔ (پی ایل ڈی ۱۹۶۷ء سپریم کورٹ)

انہوں نے دلیل کے طور پر اس آیت کو پیش کرتے ہوئے ــــــ ﴿ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ﴾ "اور مردوں کا ان (عورتوں) کے مقابلہ میں کچھ درجہ بڑھا ہوا ہے"۔ (النساء : ۳۴) ــــــ یہ استدلال کیا کہ طلاق اور رشتہ نکاح کو ختم کرنے کا عام طور پر مکمل اختیار صرف مرد کو ہے۔ انہوں نے دیگر فقہاء سے اتفاق کرتے ہوئے صرف پانچ صورتوں میں جج کو میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا اختیار دیا ہے۔ ایک اس وقت، جب شوہر پاگل ہو۔ دوسرے جب وہ نان و نفقہ ادا نہ کرتا ہو۔ تیسرے جب وہ نامرد ہو۔ چوتھے جب وہ بالکل لاپتہ ہو گیا ہو اور پانچویں جب غائب غیر مفقود (طویل قید) کی صورت ہو۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے مسلم عائلی قوانین پر اپنی رپورٹ میں مذکورہ قانون کی مختلف

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

شقوں پر تنقید کرتے ہوئے اصلاح کی تجاویز پیش کیں اور اس ضمن میں احکاماتِ الٰہی سے صریح رو گردانی کی نشاندہی ان الفاظ میں کی :

"ہماری عدالتوں میں 'حَکَم' مقرر کئے جانے کا طریقہ رائج نہیں ہے۔ اگر حکمِ قرآنی ـــــ ﴿ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَا اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ﴾ ...... (النساء : ۳۵) ـــــ کے پیش نظر 'حَکَم' مقرر کر دیئے جائیں جو دریافتِ حال کے بعد عدالت کو اپنی رپورٹ پیش کریں اور عدالت اس رپورٹ کی روشنی میں مناسب فیصلہ کرے تو زوجین کے تعلقات میں اصلاح کا زیادہ امکان ہوگا"۔

(رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل، مسلم عائلی قوانین : صفحہ ۵۲)

اسی طرح مصالحتی کونسل کے ذریعہ پہلی بیوی سے اجازت لئے بغیر شادی کرنے پر ایک سال قید یا پانچ ہزار روپے تک جرمانہ یا دونوں سزاؤں کے نفاذ کو نہ صرف اسلامی نظریاتی کونسل بلکہ تمام مکاتبِ فکر کے علماء نے منشائے قرآنی کی خلاف قرار دیا ہے جس میں تعدّدِ ازدواج کی اجازت دی گئی ہے اور بیویوں کے درمیان انصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ بصورتِ دیگر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے :

﴿ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً ﴾ .... (النساء : ۳)

"اگر تمہیں خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو"۔

لیکن انصاف کر سکنے یا نہ کر سکنے کے بارے میں فیصلہ کرنے کا حق صرف خاوند کو دیا گیا ہے۔ کسی عدالت یا کونسل کو نہیں۔

عائلی قوانین پر چند اعتراضات یہ تھے کہ ابتدا میں ان کی تنفیذ سے قبائلی علاقے مستثنیٰ قرار دیئے گئے تھے۔ اب مالاکنڈ میں نفاذ کے باوجود، ہمسایہ ایجنسی باجوڑ ان کی تنفیذ سے محروم ہے۔ فیملی کورٹس ایکٹ کی رو سے جج کا مسلمان ہونا ضروری نہیں تھا اور اس کے تحت کسی کارروائی میں قانونِ شہادت اور ضابطہ دیوانی کا اطلاق بھی ضروری نہیں تھا۔ رجسٹر شدہ نکاحوں کے جواز کو فیملی کورٹ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ خلع کی بنیاد پر طلاقوں کی بھرمار ہو چکی ہے۔ فیملی کورٹس جو مناظر پیش کر رہی ہیں، ان کی رو سے ثقافتی طور پر پاکستان کو یورپ کا ہم پلہ بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

"ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حکومت غالباً خواتین کے ایک طبقہ کی جانب سے مخالفت کے اندیشہ کے پیشِ نظر عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کے بارے میں کونسل یا وزارتِ قانون کی سفارشات پر عمل پیرا نہیں ہونا چاہتی"۔

(رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل، مسلم عائلی قوانین : صفحہ ۴۱)

اس سلسلہ میں وزارتِ مذہبی اُمور نے اپنے مراسلہ مؤرخہ ۲۷ جنوری ۱۹۸۰ء کے ذریعہ جن الفاظ میں تبصرہ کیا ہے، اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ میں انہیں اسطرح شائع کیا ہے :

"مسلم عائلی قوانین کا آرڈی نینس ۱۹۶۱ء قطعی طور پر غیر اسلامی ہے۔ یہ قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ اس میں ارتداد کی حد تک قرآنی قانون میں ترمیم کی جرات کی گئی ہے۔ اس کا باقی رکھنا ایک الزام ہے۔ یہ ایک دھبہ ہے، سیاہ دھبہ، اسلام کے روشن چہرے پر اور ہمارے ملک کے چہرے پر۔ ایسے قانون بلکہ اس کے نام کو بھی باقی نہیں رہنا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ اس قانون کو یکسر منسوخ کر کے اس دھبے کو قطعی طور پر صاف کر دیں"۔

قانونِ شریعت کے فوائد پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو گا کہ اسے وضعی قوانین پر فوقیت حاصل ہے۔ صدیوں کے تعامل کی وجہ سے شریعت مستقبل کی بہتر رہنمائی کر سکتی ہے۔ اسے اعلیٰ اخلاقی بنیادوں پر استوار کیا گیا ہے۔ شارع نے انسانی فطرت و جبلّت، ذہنی رجحانات اور فکری میلانات کے علاوہ انسانی کمزوریوں اور مجبوریوں کو مدنظر رکھا ہے۔ انسانی مساوات کو لازمی قرار دے کر تقویٰ کو فضیلت کی بنیاد بتایا ہے تاکہ وہ کائنات پر حکمرانی کر سکے۔ دورِ جہالت میں انسان اَجرامِ فلکی اور دیگر مخلوقات کو خدا سمجھ کر ان سے مرعوب تھا۔ اسلام کے نظریۂ توحید نے باطل خداؤں کا سحر توڑ دیا۔ انسان انجانے خوف اور مرعوبیت سے آزاد ہو کر کائنات کے سربستہ رازوں سے پردہ اُٹھانے لگا اور سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں معجزانہ طور پر ترقی کی منازل طے کر گیا۔ شریعت نے انسان کو جبر واِکراہ سے نکال کر عقیدہ کی آزادی بخشی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ معاشرے کو پُرسکون بنا کر اَمن و امان کے قیام کے لئے احتساب کا فریضہ سرانجام دیا۔ شورائیت پر مبنی نظامِ حکومت عطا کرنے کے علاوہ اختلاف کی صورت میں حکمِ الٰہی سے رہنمائی حاصل کرنے کا اصول طے کیا۔

شرعی اصولوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے پاکستان میں 'قصاص ودیت آرڈیننس' نافذ کیا گیا لیکن کئی سال گزرنے کے بعد ... اس قانون کے تحت دی جانے

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

والی سزائے موت معطل ہے۔ انگریزی اور اسلامی قوانین کو ملا کر ایک ملغوبہ تیار کر دیا ہے جس سے بے شمار پیچیدگیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مقدمات اور اپیلوں کے فیصلے غیر معمولی تاخیر سے ہوتے ہیں۔ مقتول کے ورثاء پر ناجائز دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ وہ قاتل کو معاف کر دیں۔ اس بلیک میلنگ کا مناسب سدِّباب نہیں کیا گیا۔ آرڈیننس کے دیگر حصوں کے علاوہ اس کی بنیادی دفعہ ۳۰۲ میں اسلامی اصولوں سے خوفناک حد تک رُوگردانی کی گئی ہے۔ شہادت کی رو سے اگر ملزم کے خلاف قصاص ثابت نہ ہو تب بھی اسے تعزیراً موت یا عمر قید کی سزا سنا دی جاتی ہے۔ ۲۵ سال قید کی سزا بھی قصاص میں رکھی گئی ہے۔ حالانکہ قرآن کی رو سے موت کی سزا صرف دو صورتوں میں دی جاسکتی ہے : جان کے بدلے جان یا فساد فی الارض۔ اس کے علاوہ سزائے موت کی اجازت نہیں دی گئی۔ اسلام میں اکثر سزائیں بدنی یا مالی طور پر نقد سزا کے طور پر وارد ہوئی ہیں۔ قید و بند کی اس لئے حوصلہ شکنی کی گئی ہے کہ اس سے ملزمان کو زندہ درگور کرنے اور اس کے لواحقین کو مستقل کرب میں مبتلا رکھنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں۔ جیل خانوں کا وسیع نظام درحقیقت شریعت سے گریز کا نتیجہ ہے۔ تعزیر ایک ایسی سزا ہے جسے حدود کی طرح متعین نہیں کیا گیا۔ یہ اصلاح اور زجر کے لئے بطورِ تادیب دی جاتی ہے اور حد کے مقابلہ میں نرم تر ہوتی ہے۔ قتلِ عمد کے مقدمات میں امام مالک کے نزدیک اگر مجرم کو سزائے اصلی یعنی قصاص کی سزا نہ دی جاسکے تو دیت کے علاوہ مجرم کو صرف ایک سال قید اور سو کوڑوں کی سزا بطور تعزیر دی جاسکتی ہے۔ حنفی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک کسی وجہ سے اگر قصاص ساقط ہو جائے تو قاتل کو موت کی سزا دینے کی بجائے اس کی اخلاقی شہرت اور جرم کی نوعیت کے مطابق تعزیر کی سزا دی جاسکتی ہے۔

(مواہب الجلیل : ج ٦، ص ٢٦٨)

حدود آرڈیننس میں بھی خامیاں ہیں اور سزائیں غلو کی حد تک زیادہ رکھی گئی ہیں۔ رجم کا معاملہ اختلافی ہونے کی بنا پر اس سزا پر عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ شراب اور دیگر منشیات کے استعمال اور نقل و حمل کی سزا جو پہلے ہی زیادہ تھی اب سزائے موت تک بڑھا دی گئی ہے۔ خود مغربی ممالک میں ان جرائم کے لئے اتنی سخت سزائیں نہیں ہیں۔ حدود کے مقدمات میں پولیس کو وسیع اختیارات حاصل ہیں جن کے تحت وہ مقدمات کو مطلوبہ رنگ دینے اور بے گناہوں کو ملوث کر کے مختلف دفعات لگانے میں آزاد ہے۔ ان قوانین کے غلط استعمال کی مثالیں قومی پریس میں شائع ہوتی رہتی ہیں۔

ایک واقعہ کے مطابق ایک مرد نے عورت کے والدین کی اجازت کے بغیر اس سے شادی کر لی۔ حنفی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

فقہ آزاد عورتوں کو اپنی مرضی سے شادی کرنے کی اجازت دیتی ہے جبکہ غلام عورتوں کے ورثاء سے اجازت لینا ضروری ہے۔ مذکورہ واقعہ میں عورت کے ورثاء نے مرد کے خلاف اغوا کا مقدمہ درج کرا دیا۔ ایڈیشنل سیشن جج نے سماعت کے بعد دونوں کو حدود آرڈیننس کی رو سے سزا سنادی۔ مرد کو رجم کی اور عورت کو سو کوڑوں کی۔ شریعت کورٹ میں اپیل کرنے پر ان کی سزا معاف ہوگئی اور مقدمہ کی دوبارہ سماعت کا حکم دیا گیا۔ سپریم کورٹ نے بھی کیس خارج کر دیا، کیونکہ دونوں کی شادی شریعت کے اصولوں کے مطابق ہوئی تھی (دی نیوز: ۲۰ نومبر ۱۹۹۴ء)

اس دوران میاں بیوی کو سالہا سال تک جس قید و بند، ہتک عزت اور مالی نقصان کا جو سامنا کرنا پڑا، اس کی تلافی موجودہ نظام میں ممکن نہیں۔ یہ سلسلہ مستقل طور پر جاری ہے کہ عدالتیں سخت سزا سناتی ہیں جو شریعت کورٹ میں اپیل کرنے پر معاف ہو جاتی ہے، اس میں تخفیف کر دی جاتی ہے، یا معطل ہو جاتی ہے۔ جو لوگ مقدمہ یا اپیل کے اخراجات برداشت نہ کر سکتے ہوں ان کے لئے سزا بھگتنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

وفاقی شرعی عدالت جن قوانین کو غیر اسلامی قرار دیتی ہے، حکومت اس پر عملدرآمد کرنے کی بجائے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دیتی ہے تاکہ زیادہ مہلت حاصل کر سکے۔ اس طرح سالہا سال تک معاملات کھٹائی میں پڑے رہتے ہیں۔ یہی تاخیری حربہ سود کے خلاف دیئے جانے والے فیصلے کے بارے میں استعمال کیا گیا۔ راقم الحروف کی طرف سے جلد سماعت کی درخواست کے باوجود سود کی اپیل کی سماعت نہ ہو سکی۔ یہ مطالبہ بھی پیش کیا کہ شریعت اپیلوں کو قومی سیاسی مقدمات کی طرح روزانہ سماعت کے ذریعہ ہنگامی بنیادوں پر نمٹایا جائے۔ سینیٹر پروفیسر خورشید احمد نے اس تلخ حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا:

> "وفاقی شرعی عدالت اور اس کے فیصلوں کے ساتھ حکومت کا رویہ نیا نہیں۔ جتنے اہم فیصلے وفاقی شرعی عدالت نے آج تک کئے ہیں اس میں سے تقریباً ۸۰ فیصدی پر حکومت اپیل میں گئی ہے۔ حکومت نے شریعت کی منشا کو کبھی نہیں دیکھا اور نہ ہی اس پر عملدرآمد کے طریقوں کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس نے فوراً سپریم کورٹ کا راستہ اختیار کیا۔ اور پھر جن چیزوں کا سپریم کورٹ نے فیصلہ کر دیا، ان کے بارے میں بھی اس نے قانون کی تبدیلی کے لئے یا آخری دن کا انتظار کیا یا آخری دن بھی وہ کام نہیں کیا"۔ (ہفت روزہ 'ایشیاء' لاہور: ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء)

ان تاخیری حربوں کا سامنا ... مسلم قومی حکومتیں محض چند رسوم کی

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حد تک اسلام کو اپنا کر اس کی اصل تنفیذ کی راہ میں رکاوٹ بن کر محاذ آرائی میں اضافہ کا باعث بنی ہیں۔ مغربی استعمار اور اس کی نئی تہذیب کی چکاچوند نے ان کے اعصاب کو شل کر دیا ہے۔ آیت اللہ خمینی نے اس پر اپنی تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا تھا:

> "امپیریلزم کی کوشش یہ ہے کہ یہ صرف نماز روزہ کرتے رہیں اور ہماری زندگی میں اسلام صرف عبادات تک محدود رہے تاکہ ہمارا اِس سے کبھی سیاسی ٹکراؤ نہ ہو۔ امپیریلزم ہم کو دعوت دیتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے رہیں، جتنا جی چاہے، صبح و شام۔ اور ہمارے پٹرول پر اس کا قبضہ رہے۔ ہماری نماز سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہے، اگر ہمارے بازار اس کے مال کے لئے، ہمارا سرمایہ اس کے تاجروں کے لئے اور مصنوعات کے لئے وقف ہو۔ اس لئے حملہ آوروں نے اپنے قوانین، اپنا نظامِ حیات ہم پر تھوپ دیا اور ہم کو یہ بُھلا دیا کہ اسلام زندگی کے لئے ناقابلِ عمل ہے، وہ ہمارے سماج کی اصلاح نہیں کر سکتا ہے۔ وہ کوئی حکومت نہیں چلا سکتا ہے۔ اسلام ان کے نزدیک حیض کے مسائل، میاں بیوی کے ازدواجی رشتہ اور اس طرح کے چند مسائل کا نام ہے"۔ (مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش: مولانا ابوالحسن علی ندوی، ص ۱۹۳ء)

ہمارے ہاں 'زکوۃ و عشر آرڈیننس' اصل شریعت کو مسخ کر کے اور اس کا مُثلہ بنا کر پیش کیا گیا۔ بعض مکاتبِ فکر کو زکوۃ کی ادائیگی سے مستثنیٰ قرار دینے کا خدائی حکم اپنی صوابدید پر جاری کیا گیا۔ اصل نصاب ساڑھے سات تولے سونا کی بجائے ایک تولہ سے بھی کم قیمت پر زکوۃ کاٹی گئی۔ مال پر پورا ایک سال گزرنے کا انتظار نہیں کیا جاتا۔ بینک میں ایک روز قبل رکھی گئی رقم پر بھی زبردستی زکوۃ وضع کر لی جاتی ہے۔ اس بنا پر لوگ مروّجہ نظام سے متنفر ہو چکے ہیں اور بینکوں سے اپنی رقوم نکلوا لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ زکوۃ کی تقسیم میں اقربا پروری اور امتیازی سلوک جیسی بے اعتدالیاں کی گئیں۔ اس کے وسائل کو کم پا کر ایک اور محکمہ بیت المال کے نام سے کھول کر من پسند افراد کو لٹا دیا گیا۔ ایک ڈرامہ 'شریعت بل' کے نام پر رچایا گیا جسے پارلیمنٹ نے 'نفاذِ شریعت ایکٹ' کے طور پر پاس کر دیا۔ اس میں اس قدر خامیاں تھیں کہ وفاقی شرعی عدالت نے اس کی تین بنیادی دفعات کو منسوخ کرنے کا حکم دے دیا۔ ان دفعات میں قرآن و سنت کی بالادستی کے خوشنما الفاظ استعمال کرتے ہوئے نظامِ حکومت، سیاست اور معیشت کو اس سے مستثنیٰ قرار دے کر سیکولر مغربی جمہوریت اور استحصالی سودی نظام کو تحفظ دیا گیا تھا۔

© rasailojaraid.com

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

آئینی طور پر خدا کی حاکمیت کا اقرار کیا گیا ہے لیکن دوسری جانب اقتدار کا سرچشمہ عوام کو تسلیم کر کے انہیں خدائی اختیارات میں شریک کر لیا گیا ہے۔ قرارداد مقاصد کی حیثیت فقط نمائشی ہونے کی بنا پر آئین کی دیگر دفعات پر اسے کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ ان تضادات کو ختم کرنے کے لئے مناسب آئینی ترامیم کی ضرورت ہے۔ اسلامی دفعات، ۲، ۱۲، ۳۱ تا ۴۰ اور ۲۲۷ میں اسلامائزیشن کے جو وعدے کئے گئے تھے، وہ دفعات ۲۶۸ اور ۲۰۳ کے ذریعہ بڑے حد تک واپس لے لئے گئے ہیں۔ وفاقی شرعی عدالت پر یہ پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ وہ مسلم پرسنل لاء، عدالتی ضابطہ کار اور آئین کو اسلامی بنانے کے بارے میں کسی مقدمہ کی سماعت نہیں کر سکتی۔ قانون ساز اداروں کے اکثر ارکان قرآن و سنت کے قوانین سے نابلد ہیں۔ غیر مسلم اقلیتیں اور ارکان، قانون سازی کے دوران توازن خراب کر کے فیصلہ کن منفی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ قانون سازی کے دوران اسلام سے رہنمائی حاصل کرنے کے لئے کوئی ضوابط یا قواعد تیار نہیں کئے گئے۔ وزارتِ قانون مطلوبہ اہلیت سے عاری ہے اور اس کے ڈرافٹ مین کا تیار کردہ مسودۂ قانون مروّجہ طریقہ سے پاس کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ زیادہ تر آرڈیننس جاری کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ قائدِ ایوان نے کابینہ کے ایک اجلاس میں اسلامی قوانین کو فرسودہ اور ظالمانہ قرار دے دیا تھا۔ جبکہ قائدِ حزبِ اختلاف فنڈامینٹلسٹ نہ ہونے کا اعلان کر چکے ہیں۔ نفاذ شریعت کا مطالبہ کرنے والوں کے سینے جس طرح گولیوں سے چھلنی کئے گئے ہیں، اس سے استعماری قوتوں کو حوصلہ افزا پیغام ملا ہے۔ کاسابلانکا اور بحرین میں منعقد ہونے والی عالمی کانفرنسوں میں مسلم بنیاد پرستی کی مذمت کر کے اختلافات کی خلیج وسیع کر دی گئی ہے۔ پاکستان کو سیکولر بنانے کی خاطر کیا کیا جتن ہو رہے ہیں، اس کا اندازہ اس خبر سے لگایا جا سکتا ہے:

> "امریکہ نے کہا ہے کہ پاکستان شراب پر پابندی فوری طور پر اٹھا لے کیونکہ اس کے باعث لوگ منشیات کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ امریکی حکومت کے اعلیٰ افسروں نے پاکستان کے اعلیٰ حکام کو مشورہ دیا ہے کہ امریکہ کے خیال میں پاکستان میں جو لوگ نشہ کرتے ہیں، انہوں نے ضیاء الحق کے دور میں شراب پر پابندی کے باعث منشیات استعمال کرنا شروع کر دی تھیں۔ باخبر ذرائع کے مطابق امریکہ کے اس مشورہ پر سنجیدگی سے غور کیا جا رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق حکومتِ سندھ نے صوبے میں نہ صرف شراب کشید کرنے کی اجازت دے دی ہے بلکہ ان کشید کاروں کو دوبارہ پرمٹ بھی جاری کر دیئے ہیں جو سابق

©rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com

حکومت نے منسوخ کر دیئے تھے۔ (الحق مارچ ۹۴، بحوالہ 'جنگ' لندن)

اسلامی قانون دنیا بھر کے مجموعہ ہائے قوانین اور کوڈز سے آسان تر اور سہل ہے اور انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔

﴿ يُرِيْدُ اللهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾ .... (البقرہ: ۱۸۵)

"اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے، مشکلات پیدا کرنا نہیں چاہتا"۔

جو لوگ اب تک فرنگی قوانین سینے سے لگائے بیٹھے ہیں ان کے لئے صلائے عام ہے کہ وہ انکا موازنہ اسلام کے ضابطہ حیات سے کریں۔ یقیناً وہ اسے بہتر پائیں گے۔ جبر واکراہ اور تعصب پر مبنی ظلم کے ضابطے اللہ تعالیٰ نے نامنظور فرما دیئے:

﴿ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴾ .... (المائدہ: ۵۰)

"کیا یہ لوگ جاہلیت کے قوانین چاہتے ہیں، ایمان والوں کے نزدیک اللہ کے احکامات سے اچھے اور کس کے احکامات ہو سکتے ہیں"

اس سورۃ کی آیات ۴۴ تا ۴۷ میں فرمایا گیا:

"اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلے نہ کریں وہ کافر.. ظالم.. فاسق ہیں"

قرآن و سنت کو سپریم لاء بنانے کی خاطر جدوجہد کی ضرورت ہے۔ جسٹس بی۔ زیڈ کیکاؤس مرحوم نے اس کی خاطر عدالتوں میں قانونی جنگ لڑی اور رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لئے اپنی تجاویز مشتہر کیں۔ ان کا موقف تھا کہ اللہ کا قانون بصورتِ قرآن نافذ ہے اور اسے کسی دستور ساز اسمبلی سے تصدیق کی ضرورت نہیں۔ پارلیمنٹ کو اس امر کا اعلان کر دینا چاہئے اور صرف ضمنی قانون سازی کی حد تک محدود رہنا چاہئے۔ آزادی کے بعد نصف صدی کی جدوجہد کے باوجود نفاذِ شریعت کا نصبُ العین حاصل نہیں ہو سکا۔ امتِ مسلمہ کے لئے ناگزیر ہے کہ وہ غیروں سے مستعار شدہ قوانین اور ضابطوں کو ترک کر کے شریعت کے اصل ماخذ، مرجع اور منبع کی طرف رجوع کرے۔ دنیا و آخرت میں اس کے لئے نجات کا یہ واحد راستہ ہے جس پر چل کر وہ اقوامِ عالم میں سرخروئی حاصل کر سکتی ہے۔

© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ